اسلام سے تعلق

(مضامینِ قرآن کی روشنی میں)

محرر اسائنمنٹ | نگران اسائنمنٹ
محمد عاصم بن محمد ذوالفقار | محترم نازیہ نواز صاحبہ
رولنمبر:223040 | (اسسٹنٹ پروفیسر جی سی یونیورسٹی)
کورس کوڈ:ISL-301 | Signature

شعبہ علوم اسلامیات

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی آف فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فہرست

انتساب

بندہ ناچیز! اپنی اس حقیر سی کاوش کو مجدد دوراں محافظ ختم نبوت پاسبان مسلک رضا امیر المجاھدین "حضرت علامہ ومولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ "اور اپنی ٹیچر کی خدمت میں بطور نظرانہ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

اسلام کے لغوی معانی اور مفہوم:

اسلام کا لفظ س، ل، م، سلم سے نکلا ہے اس کے لغوی معانی بچنے، محفوظ رہنے مصالحت اور امن وسلامتی پانے اور فراہم کرنے کے ہیں حدیث نبوی میں اس لغوی معنی کے لحاظ سے ارشاد ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ منْ لِّسَانِه وَيَدِه.

''بہتر مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''[21]

مخلوق کا خالق سے تعلق:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

"اور اے حبیب! جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو بیشک میں نزدیک ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے تو انہیں چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔"

[1] بخاری، الصحیح، کتاب الایما ن، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، 1 : 13، رقم:10

[2]. مسلم، الصحیح، کتاب الایما ن، باب: تفاضل الاسلام وای امورہ أفصل، 1 : 65، رقم:40

شان نزول:

اس آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے۔ امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

حسن بصری بیان کرتے ہیں: صحابہ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا: ہمارے رب کہاں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی: جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو بتائیے کہ میں قریب ہوں۔

عطاء نے کہا

"جب یہ آیت نازل ہوئی: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا' تو صحابہ نے پوچھا: ہم کس وقت دعا کریں تو یہ آیت نازل ہوئی: جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو بتائیے کہ میں قریب ہوں اور جب کوئی دعا کرنے والا دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔" [3]

---

[3] جامع البیان ج۲ ص' ۹۳۔۲۹ مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت ' ۱۴۰۹ھ

اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث

ہمارے زمانہ میں بعض جہلا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے بجائے اپنی حاجتوں کا سوال پیروں ' فقیروں سے کرتے ہیں اور قبروں اور آستانوں پر جا کر اپنی حاجات بیان کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کی نذر مانتے ہیں ' حالانکہ ہر چیز کی دعا اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے اور اسی کی نذر ماننی چاہیے ' کیونکہ دعا اور نذر دونوں عبادت ہیں اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے ' البتہ دعا میں انبیاء کرام اور اولیاءعظا م کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری حصہ میں آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کروں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کردوں۔[4]

---

[4] صحیح بخاری ج ۲ ص ' ۹۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ' کراچی ' ۱۳۸۱ھ

امام ترمذی روایت کرتے ہیں

حضرت انس بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔[5]

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم اپنی ہر حاجت کا اللہ سے سوال کرو حتیٰ کہ جوتی کے تسمہ ٹوٹنے کا۔[6]

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔[7]

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ سختیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول کرے، وہ عیش و آرام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعا کرے۔[8]

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند کلمات کی تعلیم دیتا

---

[5] جامع ترمذی ص، ۴۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

[6] جامع ترمذی ص، ۵۱۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

[7] جامع ترمذی ص، ۴۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

[8] جامع ترمذی ص، ۴۸۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

ہوں، تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو تم اللہ کی تقدیر کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔[9]

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق احادیث :

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں :

حضرت مالک بن یسار (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔[10]

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تمہارا رب حیا والا کریم ہے، جب اس کا کوئی بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔[11]

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔[12]

---

[9] جامع ترمذی ص ۳۶۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

[10] سنن ابو داؤد ج ۱ ص، ۲۰۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور ۱۴۰۵ھ

[11] سنن ابو داؤد ج ۱ ص، ۲۰۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور ۱۴۰۵ھ

خالق اور مخلوق کا باہمی ربط:

خالق کائنات کا سب سے بہترین اور دلآویز شاہکار انسان ہے۔ خالق نے انسان کو تخلیق کیا، اس کی صورت گری کی اور اسے اپنی بے شمار نعمتوں سے سر فراز کیا۔ سننے، دیکھنے اور بولنے کی اعلیٰ صلاحیتیں ودیعت کر دیں۔ تجسس، تعقّل اور تفکر کرنے والا ذہن اور شعور و ادراک عطا کیا۔ ارادہ و اختیار کی آزادی دی، ہوا، پانی، حرارت کی مادی ضروریات مہیا کیں اور موسمی تغیرات سے مقابلہ کرنے کی استعداد اور قوت سے بہرہ ور کیا۔ ان سب کے علاوہ سب سے اہم اور قیمتی مطاع حیات، ہدایت ربانی ہے جس سے انسان کو سر فراز کیا گیا، جو خالق و مخلوق کے رشتے اور تعلق کو مضبوط و مستحکم کرتی ہے۔ اور ہدایت ربانی کا یہ چشمۂ صافی ہر طالب ہدایت کے لیے جاری و ساری ہے، جو چاہے اپنے قلب و نظر کی بنجر زمین کو سیراب کر سکتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے، تو جو کوئی میری ہدایت کی اتباع کرے گا"

تو ایسے لوگوں کو کچھ خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"[13]

---

[12] جامع ترمذی ص ۵۱۲، مطبوعہ کراچی

[13] البقرہ ۳۸

ان تمام انعامات و اکرام کا تقاضا یہ ہے کہ مخلوق خالق کی منشاء و مرضی کے مطابق اپنی پوری زندگی گزارے۔ اس کی حیات دنیوی کا ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر آن خالق کی اطاعت و فرماں برداری میں بسر ہو بقول اقبال:

ہر لحظہ ہے مؤمن کی نئی شان، نئی آن

کردار میں، گفتار میں اللہ کی برہان

خلق اور امر کا باہمی ربط و تعلق بالکل وہی ہے، جو روح اور بدن کا ہے۔ روح نکل جائے تو بدن مٹی کا ڈھیر بن کر رہ جاتا ہے، اور اگر اس مٹی کو مٹی میں نا ملا دیا جائے تو تعفن پھیلتا ہے اور فضا ناخوش گوار اور نا قابل برداشت ہو جاتی ہے۔ یہی انسان کی اصل حقیقت ہے جو ہمیشہ ذہن سے او جھل رہتی ہے۔ عدل کا پرزور تقاضا بھی یہی ہے کہ خلق جس کی ہو امر بھی اسی کا مانا جائے۔ سورج کی کرن لاکھوں میل کا فاصلہ طے کر کے زمین تک پہنچتی ہے مگر اپنے مرکز و محور سے اس کا ربط و تعلق قطعی منقطع نہیں ہوتا۔ خالق و مخلوق کا رشتہ بھی ہر قسم کی قطع و برید سے ماوراء ہے۔

قرآن کی نگاہ میں انسان کی عظمت:

خالق اور مخلوق سے رشتہ: ان آیات میں ایک مرتبہ پھر سچے مومنین کے لائحہ عمل میں سے "نماز" اور انفاق" کا ذکر کیا گیا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ بتدائی نظر سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے تمام عملی پروگراموں میں سے یہاں صرف دو کا تذکرہ کیوں کیا گیا ہے۔

اس کی علت یہ ہے کہ اسلام کی مختلف جہتیں ہیں۔ ان کا خلاصہ تین میں پیش کیا جا سکتا ہے:

(1) انسان کا خدا سے رابطہ۔

(2) انسان کا مخلوق سے رابطہ۔

(3) انسان کا اپنی ذات سے رابطہ۔

در حقیقت تیسرا حصہ پہلے حصے اور دوسرے حصے کا نتیجہ ہے۔ مذکورہ دو پروگرام (نماز اور انفاق) دراصل انہی دو حصوں میں سے ایک ایک کی طرف اشارہ ہے ں۔

نماز اللہ سے ہر قسم کے رابطے کا مظہر ہے کیونکہ نماز کے دوران یہ رابطہ دوسرے عمل کی نسبت زیادہ واضح ہوتا ہے۔ جب کہ انفاق مخلوقِ خدا سے رشتے کی طرف اشارہ ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر نعمتِ رزق میں سے انفاق کا وسیع مفہوم پیشِ نظر رکھا جائے جس میں ہر طرح کی مادی و روحانی نعمت شامل ہے۔

البتہ اس طرف توجہ کرتے ہوئے کہ جس سورہ کی بحث جاری ہے وہ مکی ہے اور اس کے نزول کے وقت ابھی زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس انفاق کو زکوٰۃ سے مربوط نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ یہ ایک وسیع معنی رکھتا ہے کہ جس میں نزولِ حکم کے بعد زکوٰۃ بھی شامل ہے

خالق کا مخلوق سے تعلق صوفیاء کی نظر میں:

وحدت الوجود ایک صوفیانہ عقیدہ ہے جس کی رو سے جو کچھ اس دنیا میں نظر آتا ہے وہ خالق حقیقی کی ہی مختلف شکلیں ہیں اور خالق حقیقی کے وجود کا ایک حصہ ہے۔ اس عقیدے کا اسلام کی اساس سے کوئی تعلق نہیں، قران وحدیث میں اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا اور اکثر مسلمان علما اس عقیدے کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ چونکہ اس عقیدے کی ابتدا مسلم صوفیا کے یہاں سے ہوئی اس لیے اسے اسلام سے متعلق سمجھا جاتا ہے۔

مولانا اقبال کیلانی لکھتے ہیں:

بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انسان عبادت وریاضت کے ذریعے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اسے کائنات کی ہر چیز میں اللہ نظر آنے لگتا ہے یا وہ ہر چیز کو اللہ کی ذات کا جزء سمجھنے لگتا ہے اس عقیدے کو وحدت الوجود کہا جاتا ہے۔ عبادت اور ریاضت میں ترقی کرنے کے بعد انسان اللہ کی ہستی میں مدغم ہو جاتی ہے اور وہ دونوں (خدا اور انسان) ایک ہو جاتے ہیں، اس عقیدے کو "وحدت الشہود" یا فنا فی اللہ کہا جاتا ہے، عبادت اور ریاضت میں مزید ترقی سے انسان کا آئینہ دل اس قدر لطیف اور صاف ہو جاتا ہے کہ اللہ کی ذات خود اس انسان میں داخل ہو جاتی ہے جسے حلول کہا جاتا ہے۔ ان تینوں اصطلاحات کے الفاظ میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہے لیکن نتیجہ کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں اور وہ یہ

ہے کہ انسان اللہ کی ذات کا جزء اور حصہ ہے یہ عقیدہ ہر زمانے میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا، ہندو مت کے عقیدہ اوتار بدھ مت کے عقیدہ نرواں اور جین مت کے ہاں بت پرستی کی بنیاد یہی فلسفہ وحدت الوجود اور حلول ہے۔(یہودی اسی فلسفہ حلول کے تحت عزیر کو اور مسیحی عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا(جزء) قرار دیا۔[14]

اہل تصوف کے عقائد کی بنیاد بھی یہی فلسفہ وحدت الوجود اور حلول ہے۔

[14] سورۃ التوبۃ:30

خلاصہ کلام

انسان "انس" سے بنا ہے جس کا مطلب محبت ومانوسیت ہے۔اور اگر بغور دیکھا جائے تو انسان کی دنیا میں آمد کے مقاصد میں سے سب سے اہم مقصد محبت ومانوسیت ہی ہے لیکن یہ محبت کا دائرہ محدود ہے اگر فلاح کامیابی کا حصول مقصود ہو تو اگر دائرہ صرف خالق کائنات اور اس کے محبوب کے ارد گرد محصور ہو تو کامیابی وکامرانی ہے ورنہ سب فانی ہے

مصادر و مراجع

1 ۔البخاری، الصحیح، محمد بن اسماعیل، ۹۳۔۲۹ مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت ‘ ۱۴۰۹ھ

2۔ مسلم شریف، مسلم بن حجاج، ۹۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع‘ کراچی ‘ ۱۳۸۱ھ

3۔القرآن

4۔ترمذی، ابوعیسٰی، محمد بن سورہ بن شداد، ۴۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب‘ کراچی

5۔جامع البیان تبیان القرآن، غلام رسول سعیدی

6۔ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ، ۲۰۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان‘ لاہور ۱۴۰۵ھ